ڈاکٹر محمد ریاض

مکتوباتِ رومی میں حکایات و تمثیلات

مولانا جلال الدین محمد رومی (۶۰۴ - ۶۷۲ھ) نے اپنی زندگی میں سیکڑوں مکتوبات لکھے مگر فی الحال ان کے صرف ۱۴۵ خطوط منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ انھیں مولانائے موصوف کے ایک خلفِ رشید ڈاکٹر محمد فریدون نافذ بک نے ۱۹۳۷ء میں استنبول (ترکی) سے شائع کروایا تھا اور اسی متن کو بعض توضیحات کے ساتھ ۱۹۵۶ء میں تہران (ایران) سے طبع کیا گیا۔ ایرانی نسخے کو یوسف جمشیدی پور اور غلام حسین امین نے مشترکہ طور پر مرتب کیا ہے۔ ان خطوط میں سے چار عربی زبان میں ہیں[1] اور باقی فارسی میں۔ ان خطوط میں زیادہ تر سفارشی نوعیت کے رقعوں کی شکل میں ہیں، جن میں رومی نے معاصر ملوک و امرا کو مفلوک الحال اور دکھی انسانوں کی مدد کی دعوت دی ہے۔ بعض خطوط عرفانی، صوفیانہ اور خانگی مسائل سے متعلق ہیں۔ ان خطوط میں آیات قرآن مجید، احادیث رسول اور عربی اور فارسی اشعار کے بہت سے حوالے موجود ہیں۔ مجموعی حیثیت سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ رومی کے ہر مختصر یا مطول خط میں کوئی نہ کوئی حرفِ حکمت پوشیدہ ہے۔ ظاہری اور آسان نکات کی بھی کمی نہیں۔ مولانا ئے مغفور کے اکثر خطوط امیر رکن الدین قلیج ارسلان (۶۵۵-۶۶۴ھ) وزرائے سلاجقۂ روم جلال الدین قراطائی، تاج الدین معتز، شمس الدین اصفہانی اور معین الدین سلیمان پروانہ کے نام ہیں۔ آخرالذکر کے نام ۳۷ خط ملتے ہیں۔ مولانا کے اپنے بیٹوں اور بعض احباب مثلاً شیخ صلاح الدین زرکوب (م ۶۵۷ھ) کے نام بھی خطوط ملتے ہیں۔ اکثر خطوط کا آغاز عربی عبارات کے ساتھ ہے اور "اللہ مفتح الابواب" ہر خط کا سرنامہ ہے۔ متن مکتوبات سے، سوائے چند صورتوں کے، مکتوب الیہم واضح ہیں۔ مگر یہاں راقم مکتوبات پر مفصل بحث کرنے سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس شذرہ کے عنوان پر توجہ دے رہا ہے اور ان مکتوبات میں مذکور حکایات و تمثیلات کا ایک مختصر اطلاع نامہ پیش کر رہا ہے۔ ترجمہ حتی الامکان آسان صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

[1] شمارہ ۱۳، ۱۴، ۴۰ اور ۶۴ مگر پہلے خط کے ایک دو جملے فارسی میں ہیں۔

یہ نکتہ قارئینِ رومی جانتے ہیں کہ وہ حکایات اور تمثیل کے خاص شاعر ہیں۔ مثنوی رومی کی حکایات و تمثیلات الگ کر لی جائیں تو بیانیہ شاعری کا عنصر بہت کم رہ جاتا ہے۔ دیوان شمس تبریزی کے اصنافِ سخن میں بھی تمثیل نگاری دیکھی جا سکتی ہے۔ "فیہ ما فیہ" رومی کی دوستانہ گفتار کا مجموعہ ہے، اس میں بھی حکایت و تمثیل کی کافی کارفرمائی ہے۔ مکتوبات کی مانند رومی کی ایک اور تصنیف بھی برصغیر میں ابھی غیر شناختہ اور کم معروف ہے۔ یہ "مجالسِ سبعہ" (سات تقاریر یا مواعظ) ہے، جسے مکتوبات کے مرتب ڈاکٹر محمد فریدون نافذ بک ہی نے ۱۹۳۷ء میں استنبول سے شائع کروایا تھا۔ "مجالسِ سبعہ" ۱۹۷۶ء میں تہران میں "مثنوی معنوی" کے متن، کشف الابیات اور دیگر ضمائم کے ساتھ بھی شائع ہو گئی ہے[۲]۔ اب "مکتوباتِ رومی" کی داستانوں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔ قوسین میں خط کا حوالہ دیا گیا ہے۔

حکایاتِ مکاتیب

۱۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دوسرے بزرگ صحابیؓ مسجد کے دروازے سے گزرے۔ نبی اکرمؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے صحابیؓ بولے: رسولِ خدا، میں اس بزرگ سے بے حد محبت و ارادت رکھتا ہوں۔ اس پر نبی اکرمؐ نے فرمایا: جاؤ اور اس بات کو اسے بتا دو۔ (مکتوب ۱)

اس قصے سے رومی یہ بات سمجھاتے ہیں کہ کسی سے محبت و ارادت ہو، تو اس کا اظہار ایک مستحسن اقدام ہے۔ ظاہر ہے کہ حکایاتِ رومی کی تاریخ اور تحقیقی سند ضروری نہیں۔ انھیں حکایت و تمثیل کے ذریعے اپنا دلخواہ نتیجہ نکالنے سے غرض رہی ہے۔

۲۔ حضرت یوسف کی جوانمردی

مشہور ہے کہ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے دس سال تک مسلسل روزے رکھے اور رات کو بھی آرام نہ فرمایا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت، دین اور نبوت کی سلطنت کی نعمت آپ کو میسر ہو چکی اور دنیا کی سلطنت بھی آپ کے پاس موجود ہے۔ بقول معروف "تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔" اس مجاہدہ و محنت کے بعد آپ کو اب آرام بھی کرنا چاہیے۔ حضرت یوسفؑ بولے: میں جب

---

[۲] چاپخانہ سعیدنو۔ محمد رمضانی مرحوم کی مرتبہ مثنوی (تہران ۱۹۴۰ء) کی یہ اشاعتِ دوم ہے۔

تک اپنے بھائیوں کو بھی خلعتِ نبوت سے مشرف نہ دیکھوں آرام نہیں کرسکتا۔ یوسفؑ کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ خود تو کامیابی کے سائے میں بیٹھا رہے اور اس کے بھائی محرومی کی دھوپ میں تپتے رہیں۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کے بھائیوں نے حقوق برادری کہاں ادا کیے ہیں؟ حضرت یوسف بولے: میں چاہتا ہوں کہ انھیں اور دوسروں کو حقوق برادری برتنے اور ایک خاص قسم کی سلطنت کرنے کے آداب سکھلاؤں۔ (مکتوب ۱۰)

اس خط میں خلعتِ آسائش غالباً خلعتِ نبوت بن گیا۔ نبوت کوئی ایسی عام چیز نہیں ہے کہ ہر ایک کو میسر آجائے۔ رومی خط میں یہ نکتہ سمجھا رہے ہیں کہ مومن اپنے بھائیوں کو بھی انہی آسائش میں دیکھنے کے آرزومند رہتے ہیں، جن میں وہ خود ہوں۔

۳۔ غضبِ خدا سے بچو

کہتے ہیں کہ حواریوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پوچھا: "روح اللہ" سب سے سخت اور خوفناک چیز کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: خدا کا غیظ اور غضب، حواریوں نے پوچھا، غضبِ خدا سے کیا چیز بچاتی ہے؟ فرمایا: اس طرح کہ تم غصہ پی جاؤ اور قدرت و طاقت کے باوجود دوسروں کے گناہ کو معاف کردو۔ (مکتوب ۲۷)

۴: آیت شریف: انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراً (۷۶:۹): ہم تمھیں رضائے خداوندی کے لیے کھلا پلا رہے ہیں، نہ تم سے صرف چاہتے ہیں نہ سپاس) ... کے شانِ نزول کے بارے میں منجملہ دیگر روایات کے ایک روایت بعض صحابہ کے قول سے یہ ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک مخیر شخص نے کسی فقیر و درویش کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ قحط کا زمانہ تھا مگر وہ ہر دن روٹی اُسے مہیا کر دیتا تھا۔ اس مخیر اور محسن شخص کو ایک دن کسی حاسد نے کہا: بھائی تم عجیب آدمی ہو۔ اس قحط سالی میں اپنے بچوں کا حق مار کے اس شخص کو کھانا کھلاتے ہو مگر وہ تمھارے بارے میں یہ کہتا ہے کہ اس کا صدقہ و خیرات کیا خاک قبول ہوگا، مجھے جلی ہوئی روٹی دیتا ہے۔ اسے تو کتے بھی سونگھیں گے نہ کھائیں گے ... غرض اس قسم کی باتیں سن کر اس نیک شخص کو دکھ ہوا لیکن اس نے روٹی اور وظیفے کی مقدار دو چند کر دی۔ اس کے علاوہ وہ نقد صدقہ بھی اسے دیتا رہا۔ وہ کہتا تھا کہ میں یہ سب کچھ اللہ کی خاطر کر رہا ہوں، اور اللہ شاید اچھا

اس بندے کو آزمائش و امتحان میں ڈال رہا ہے۔ (مکتوب ۴۲)

رومی کا ایک مرید نظام الدین[۵۳]، امیر معین الدین سلیمان پروانہ کی خدمت میں تھا۔ وہ ترکِ خدمت کر کے امیر کو خفا کر بیٹھا مگر اب پھر خدمت و ملازمت کا آرزو مند تھا۔ رومی نے اپنے اس سفارشی خط میں قصے کی مدد سے امیر پروانہ کا غصہ ختم کرنے کی سعی کی ہے۔

۵۔ رہزن کا آیۃ الکرسی پر ایمان

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، جو مشہور مشائخ و صوفیا میں سے تھے، درویش بننے سے پہلے راہزن رہے تھے۔ ایک دن ان کے گروہ کے لوگوں نے ایک قافلے کو لوٹا اور کئی سوداگروں کو جان سے مار ڈالا۔ بعض سوداگروں کو قیدی بنالیا۔ یہ راہزن ان کے کپڑے اتارنے لگے اور اسی حالت میں انھیں (شیخ) فضیل کے پاس لے گئے۔ شیخ نے دیکھا کہ کسی ایک کے لباس سے مشک اور زعفران میں لپٹی ہوئی "آیۃ الکرسی" (۲: ۲۵۵) نکلی ہے۔ شیخ نے کہا کہ اس لباس کے مالک کو پیش کرو۔ وہ آیا تو شیخ بولے: تو نے اپنے لباس کو آیۃ الکرسی کے ذریعے محفوظ کر رکھا ہے۔ سوداگر نے اطمینان سے کہا: "جی ہاں"۔ شیخ بولے: جاؤ، اپنا لباس تلاش کر کے پہن لو۔ دوسروں کو بھی ہم تمھاری خاطر آزاد کر رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری غلط حرکت سے آیۃ الکرسی کے بارے میں تیرے اعتقاد میں خلل واقع ہو اور ایسی راہزنی سے ہمیں بھی فائدہ نہ ملے گا۔ (مکتوب: ۵۷)

۶۔ ناقۂ مجنون

قیس مجنوں ... بڑے شوق سے اونٹنی پہ سوار ہوا مگر تیز رفتاری اور سنجیدگی کے ساتھ محمل لیلیٰ تک پہنچنے کی خاطر اونٹنی کے بچے کو ساتھ نہ لیا۔ مجنوں جب کسی وقت مجذوب محبت ہو کر اونٹنی کی چال اور جانب روانگی سے غافل ہوتا تو وہ اپنے بچے کی طلب میں پیچھے مڑ جاتی اور مجنوں کو اس امر کی اس وقت خبر ہوتی جب وہ کافی پیچھے جا چکی ہوتی۔ اس طرح کی کھینچا تانی میں دو ماہ اور تین روز بیت گئے مگر مجنوں تقریباً وہیں کا وہیں رہا۔ (مکتوب: ۶۳)

---

[۵۳] وہ شیخ حسام الدین چلپی کا داماد بھی تھا۔

۷۔ اہل اللہ کی مدد

کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام . . . کا ایک بیٹا اور اس کے اہل و عیال محتاج ہو گئے تو وہ ابنِ آدم دوسرے بھائیوں سے مدد مانگنے لگا۔ مگر بھائیوں نے کہا کہ تم بھی ہماری طرح محنت کر کے روزی کیوں نہیں کماتے ؟ حضرت آدم کی طرف وحی آئی کہ اپنے بیٹوں کو کہیں کہ فلاں بھائی کی مدد کریں مگر وہ پھر بولے کہ ہمارے بھائی کے بھی ہماری طرح ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں ہیں۔ وہ ان سے کام کیوں نہیں لیتا ؟ حضرت آدم کو پھر وحی ہوئی کہ اپنے بیٹوں کو کہو کہ وہ ظاہر بین نہ ہوں، باطن پر بھی غور کریں۔ میں نے ان کے بھائی کے ہاتھ دعا کے لیے چھین رکھے ہیں۔ میری ہیبت قوی نے اس کے پاؤں چھین رکھے ہیں اور میرے نورِ جلال نے اس کی آنکھیں لے رکھی ہیں۔ پس وہ دنیا کے کام اب کیسے انجام دے گا ؟ (مکتوب ۸۴)

۸۔ توفیقِ ایزدی

ایک آقا اور غلام ساتھ چل رہے تھے۔ غلام نے آقا سے التماس کی کہ وہ ذرا مسجد کے باہر رک جائے کہ وہ نماز پڑھ لے اور اس کے بعد وہ اس کے لیے حمام تک وسائل غسل پہنچانے چلے گا۔ بے نماز آقا کافی دیر تک منتظر رہا مگر غلام محوِ نماز رہا اور نہ لوٹا۔ آخر آقا نے صدا دی کہ جلدی آجاؤ۔

غلام : مجھے مسجد سے باہر نہیں آنے دیتے ۔

آقا : تمھیں کون روک رہا ہے ؟ وہاں تو پوری مسجد میں تم تنہا نظر آرہے ہو ۔

غلام : جناب ؛ جو ہاتھ آپ کو مسجد کے اندر آنے سے مانع ہیں، وہ مجھے جلد باہر آنے میں بھی مانع ہو رہے ہیں۔ . . . توفیقِ ایزدی نہ ہو تو کوئی نیکی نہ کر سکے نہ برائی سے بچ سکے۔ (مکتوب : ۶۹)

۹۔ قربانیِ جان

کہتے ہیں کہ کسی جنگجو کا گھوڑا لڑائی میں زخمی ہو گیا اور بادشاہ نے اسے میدانِ جنگ میں دوبارہ جانے کے لیے اپنا خاص گھوڑا دے دیا۔ یہ اصطبل کے سب گھوڑوں سے عمدہ تھا مگر میدانِ جنگ میں وہ بھی زخمی ہو گیا اور بادشاہ نے اظہارِ افسوس کیا۔ اس پر وہ سوار گھوڑے سے اتر آیا اور بادشاہ کی پیش کش پر دوسرا گھوڑا سواری کے لیے قبول نہ کیا۔ بولا : میں نے بادشاہ کی خاطر قربانی جان سے کبھی دریغ نہ کیا مگر بادشاہ کو میری سواری کے گھوڑے کے معمولی زخمی ہونے پر اس قدر افسوس

اور رنج ہو رہا ہے۔ !اب مجھے اجازت دیں کہ کسی ایسے بادشاہ کی خدمت کرنے چلا جاؤں جو قربانیٔ جان کی کوشش کا قدردان ہو۔ (مکتوب ۱۱۶)

۱۰۔ نیکی کا صلہ

قحط سالی کا ذکر ہے کہ جنگل کے نواح میں رہنے والا ایک شخص ایک سائل کو تنور کی گرم روٹی دینے والا تھا کہ اسی دوران بھیڑیا حملہ کر کے اس کے بیٹے کو اٹھا لے گیا۔ اس شخص نے پہلے درویش کو روٹی دی اور پھر بھیڑیے کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ اب تک بھیڑیا بچے کا خون پی چکا ہوگا مگر یہ شخص جنگل کو چلا کہ بچے کی بچی کھچی نعش کو تو لائے۔ لیکن کیا دیکھتا ہے کہ اس کا بچہ بھیڑیے کے ہاتھ سے نکل کر صحیح و سالم گھر کی طرف آ رہا ہے۔ بولا: بھیڑیا مجھے روٹی کی طرح چاٹتا رہا اور پھر چھوڑ کر وہاں سے چل دیا[۷] (مکتوب ۱۳۴)

۱۱۔ بارانِ صدقہ

کہتے ہیں کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں کسی محلے میں آگ لگ گئی۔ لوگ مشکوں پر مشکیں پانی لا کر ڈالتے رہے مگر آگ نہ بجھی۔ حضرت عمرؓ بھی وہاں آگئے اور آگ کی شدت دیکھ کر فرمایا: لوگو، اس آگ کو بارانِ صدقہ ہی بجھائے گا۔[۸] غریبوں کو کھلاؤ اور صدقہ کرو کیونکہ یہ آگ پانی سے بجھنے والی نہیں ہے۔ (مکتوب: ۸۵)

۱۲۔ محمود غزنوی کا ایفائے عہد

"... سلطان محمود قدس اللہ روحہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہندوستان پر اپنی ایک یلغار کے دوران اس کا مقابلہ ایک عظیم لشکر سے ہوا اور وہ مغلوب ہو گیا۔ سلطان کی فوج کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ ناامیدی کے عالم میں سلطان محمود خدا کے حضور سجدہ ریز ہوا اور کہا: خدایا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ جنگ میں فتح کی صورت میں جو مالِ غنیمت ہاتھ لگے گا وہ تمام کا تمام فقرا میں بانٹ دوں گا۔ سلطان نے بڑی رقت سے دعا مانگی اور سننے والے نے اُسے شرفِ قبولیت بخشا۔ یکایک فتح کی ہوا چلی، ہندوستانیوں کی فوجیں گھبرا گئیں، میدان سلطان کے ہاتھ رہا اور ہندوستانی افواج کا بہت سامال

[۷] یہاں رومی نے لکھا ہے کہ بیٹے کو زندہ دیکھ کر وہ شخص استعجاب کی بنا پر بے ہوش ہو گیا تھا۔

[۸] یہ واقعہ کئی دیگر مکتوبات میں بھی منقول ہے۔

غنیمت کے طور پر ملا۔ اس جنگ میں سلطان کو خزانے، گھوڑے اور غلام اس کثیر تعداد میں ہاتھ آئے کہ پہلی کسی جنگ میں اتنے نہ ملے تھے۔ سلطان نے اپنے لوگوں سے کہا: ان غنائم کو ہاتھ لگاؤ، میں نے انھیں نذر میں دے دیا ہے۔ لوگ فریاد کرنے لگے کہ انھیں اس مال کی بے حد احتیاج ہے۔ اگر سلطان نے اس مال کو فقرا اور حاجت مندوں کو دینے کا عہد کر رکھا ہے، تو انھیں بھی ملنا چاہیے کیونکہ وہ بھی محتاج اور فقیر ہیں، سلطان متذبذب ہو گیا کہ کیا کرے۔ وہ تاویل و توجیہ کی تلاش میں تھا کہ اتنے میں وہاں ایک فقیر بیابانی آ نکلا۔ یہ فقیر سلطان کی روٹی کا محتاج نہ تھا مگر سلطان نے کہا کہ اس فقیر کو بلاؤ کہ یہ مال اس کی نذر کر دوں۔ فقیر نے سارا ماجرا سنا اور سلطان سے کہا: اگر تجھے خدائی نصرت کی دوبارہ احتیاج نہ ہو تو اپنی افواج کی خواہش کے مطابق عمل کر اور اگر دوبارہ نصرت کا طالب بننا ہے تو وعدے کے بموجب اسے نذر کر۔

اس داستان کو نقل کرنے کا مدعا اسی قدر ہے کہ یا یہا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔ (۵:۱)

اے ایمان والو، اپنے وعدے پورے کرو ... (مکتوب : ۲۰)

تمثیلات

حکایات کے چند مختصر نمونوں کے بعد اب تمثیلات کی طرف آیئے۔ مگر تمثیلات سے بہت ہی کم خطوط خالی ہوں گے۔ راقم کو مکتوبات کے مطالعہ کے دوران جو چند تمثیلات یاد رہ گئیں، ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ قرآنی تمثیلات اور تاویلات

مثنوی رومی کو مولانا عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ) اور شیخ بہاالدین عاملی (م ۱۰۳۰ھ) نے قرآن فارسی کہا تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ رومی کی دیگر چار تصانیف بھی قرآنی تعلیمات سے مملو ہیں۔ مکتوبات میں بھی آیات اور احادیث معتدبہ آئی ہیں۔ پھر ایک ایک آیت یا حدیث کئی کئی خطوط میں نقل ہوئی ہے۔ یہاں راقم رومی کی قرآنی بصیرت کے چند نمونے نقل کرتا ہے۔

اتحاد میں برکت ہے

"... اللہ تعالیٰ کے خزانۂ کرم میں اموال غنیمت ہیں مگر وہ تنہائی کی کوشش سے نہیں ملتے ... لوہے کو پتھر پر مارنے سے چنگاری پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پتھر کو بھی چنگاری پیدا کرنے کے لیے لوہے کی احتیاج رہتی ہے۔ اسی لیے جماعت کو رحمت کہا گیا ہے ... اس لیے جماعت و گروہ کے

ساتھ رابطہ قائم رکھو اور ساتھ ساتھ اللہ پر توکل بھی کرو۔ پانی کو سر پر ڈالو تو چوٹ نہیں لگے گی۔ کھلی مٹی کو سر پہ ڈالو تو چوٹ نہیں لگے گی مگر آب و خاک کو خوب ملا کر پھینکو تو سر پھٹ جائیگا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ "الرفیق ثم الطریق، الجار ثم الدار۔ اور مجاہدین کے بارے میں ہے کہ الذین یقاتلون فی سبیلہ کانھم بنیان مرصوص۔(۶۱:۴) (وہ راہِ خدا میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بن کر لڑتے ہیں)۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں سے ہوا نہیں گزر سکتی اور فولادی سیخ بھی اس میں چبھائی نہیں جا سکتی۔ یہ مجاہدوں کے اتحاد اور یک جہتی کا بیان ہے اور فتح و نصرت اسی طرح ہاتھ آتی ہے۔ ایک دوسرے سے افتراق موجب نصرت نہیں ہے۔ مومنوں کے بارے میں ہے کہ: کزرع اخرج شطئہ۔ ۲۹:۴۸۔ ایک کھیتی کی مانند ہیں جس نے اپنی کونپل نکالی)۔ کونپلوں کا نکلنا نشو و نما کی دلیل ہے مگر ایک دانہ مناسب آب و ہوا اور اچھی زمین میں بھی کیا نشو و نما پائے گا۔ اسے دوسروں کی ہمراہی درکار ہے ..." (مکتوب ۳، بنام جمال الدین)

وحدتِ انسانی

آیۂ شریفہ ہے کہ "وما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ"۔ ۲۸:۳۱ (تم سب کی پیدائش اور بعثت ایک نفس کی پیدائش اور خلقِ جدید کی طرح ہے)۔ ایک اور آیۂ مبارکہ ہے کہ: ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعًا۔ ۳۲:۵۔ (جس نے ایک شخص کو حیات و آسودگی بخشی، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی)۔ ان دو آیتوں سے رومی نے کئی خطوط میں وحدتِ انسانی پر دلیل دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے ساتھ بھلائی یا برائی کرنے کے بڑے دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ زید یا بکر کے ساتھ برائی یا بھلائی کی تو ایک انفرادی برائی یا نیکی ملی۔ ہر عمل وحدت کا حامل ہے۔ پہلی آیت کی حکمت کو رومی کے معنوی مرید اقبالؒ نے بھی درج ذیل شعر (جاوید نامہ، فلکِ عطارد) میں اجاگر کیا ہے کہ

آب و نانِ ماست از یک مائدہ　　　دودۂ آدم "کنفس واحدہ"

اخلاق اور بخشش و کرم

رومی کے خطوط میں بہتر اخلاق برتنے اور دوسروں پر بخشش و کرم کرنے کی تعلیمات کی حامل آیاتِ قرآنِ مجید بکثرت اور بار بار نقل ہوئی ہیں۔ ان آیات کا احاصہ اور احاطہ ایک مفصل تر

مقالے کا متقاضی ہے۔ ان آیات کے لیے بھی رومی تمثیلات اور توجیہات لاتے ہیں۔ اس ضمن میں مکافاتِ عمل، دستِ قدرت کا فطری عدل اور انتقام کا بیان بھی ہے۔

احادیثِ رسولؐ

ان مکاتیب میں کئی احادیثِ رسولؐ بھی منقول ہیں اور مختلف خطوط میں ان کی تکرار بھی ہے۔ مگر وحدتِ انسانی اور اخوتِ جہانی کی آئینہ دار چند احادیث کئی موارد میں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً: (ترجمے نقل کر رہا ہوں)۔

۱۔ انسان، بدنِ انسانی کے اعضا کی طرح ہیں اور ایک عضو کی تکلیف سے سارا بدن بے راحت اور بے آرام ہو جاتا ہے۔

۲۔ تم اہلِ زمین پر مہربان بنو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔

۳۔ مخلوق، اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ کا محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ فائدہ پہنچائے۔

۴۔ لوگوں میں بہترین وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ دے۔

پہلی حدیث کے مفہوم کو شیخ سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) نے یوں نظم کیا ہے۔ (گلستان):

بنی آدم اعضائے یک دیگرند　　که در آفرینش ز یک گوهرند
چوں عضوے بدرد آورد روزگار　　دگر عضوہا را نماند قرار

دوسری دو احادیث کے مفہوم کو سعدیٔ ہند، خواجہ الطاف حسین حالی (م ۱۹۱۴ء) کی مثنوی مدّ و جزرِ اسلام (مسدس) میں دیکھا جا سکتا ہے، مگر وہ غالباً ضرورتِ شعری کی بنا پر کتابِ حدیث کو کتابِ ہدیٰ (قرآن) کہہ گئے:

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر　　خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر
یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا　　کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا　　خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں　　کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

عربی امثال و حکم

مکتوباتِ رومی میں عربی اور فارسی عبارات مخلوط ہیں اور کئی عربی امثال و حکم بھی موجود ہیں۔

مثلاً یہ مثل نت نئی توجیہات کے ساتھ کئی خطوط میں منقول ہے[۱۱] والمشرب العذب کثیر الازدحام (میٹھے پانی کے چشمے اور گھاٹ کے پاس لوگوں کا ہجوم رہتا ہے) ۔ رومی سلاطین وامرا کو بار بار خط لکھتے اور اہل احتیاج کی کئی بار سفارش کرتے وقت یہ مثل لکھتے ہیں ۔ سعدی نے بھی ذیل کے قطعے میں اسے نظم کر دیا ہے کہ :

کس نبیند کہ تشنگان حجاز | بر لب آب شور گرد آیند
ہر کجا چشمۂ بود شیریں | مردم و مرغ و مور گرد آیند

فارسی اشعار

ارسال مثل کی صنعت کے حامل فارسی اشعار بھی مکتوبات میں کافی ملتے ہیں ۔ یہ اشعار رومی کے ہیں اور دوسرے شعرا کے بھی ۔ ایسا ایک شعر ہے :

بچۂ بط اگر چہ دینہ بود | آب دریاش تا بسینہ بود

یہ اس خط میں ہے (شمارہ ۱۰ و ۱۴۴) جو رومی نے اپنے فرزند اکبر، سلطان ولد (م ۷۱۲ھ) کے نام لکھا ہے اور مکتوبات کے دو شماروں میں کسی قدر فرق کے ساتھ موجود ہے ۔ اسی سلسلے میں ایک خط ان کی بہو فاطمہ خاتون کے نام بھی ہے (نمبر ۱۴۵) ۔ ہوا یوں کہ سلطان ولد اور اس کی بیوی فاطمہ خاتون کے درمیان ناچاقی ہو گئی ۔ فاطمہ خاتون رومی کے محترم دوست شیخ صلاح الدین زرکوب کی صاحبزادی تھی، اس لیے یہ ناچاقی رومی کو سخت گراں گزری ۔ انھوں نے بہو کی ہمت بڑھائی، اسے حوصلہ بردا‌شت دیا اور سلطان ولد کو سخت تنبیہ کی ۔ چنانچہ ان کے درمیان صلح ہو گئی اور ان کے وصال سے ایک نامور شخصیت عالم وجود میں آئی جو اخلاف رومی میں ایک بڑی قدر آور شخصیت ہے[۱۲] ۔ سلطان ولد کی شادی نوعمری میں ہوئی تھی ۔ اس لیے رومی منقولہ بالا شعر میں اس کے عذر کو رد کرتے ہوئے ایک تمثیل سے کام لیتے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ بطخ کا بچہ جو کل انڈوں سے نکلا، وہ دریا اور سمندر میں تیر سکتا ہے، تو رومی کا جوان بیٹا آداب ازدواج کی نزاکت کیوں نہیں سمجھ سکتا ۔ (رومی اور سلطان ولد کے دشمنوں اور حاسدوں نے فاطمہ خاتون کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی تھی) ۔

---

[۱۱] ایسے ہی ہے یہ مثل : من القلوب الی القلوب روزنۃ ۔

[۱۲] جلال الدین عارف چلپی فریدون (۶۷۰ - ۷۱۹ھ)

اس توضیح کے بعد شعر کو دوبارہ پڑھ لیں۔

بچۂ بط گرچہ دینہؑ بود — آب دریاش تا بسینہ بود

اسی خط کے یہ اشعار بھی ہیں:

برخاستن از جان و جہان مشکل نیست — مشکل از سر کوی تو برخاستن است
من خود دانم کز تو خطائی ناید — لیکن دلِ عاشقان بد اندیش بود

دیگر اشعار کا مختصر انتخاب ملاحظہ ہو:

مردانِ سفر کنند در آفاق ، ہمچو دل — نی بستر منازل و پالانِ اشتر ند (مکتوب ۱۳۵)
حرام دارم با مردمان سخن گفتن — و چوں حدیث تو آید سخن دراز کنم (۱۳۲ ء)
اگر محولِ حال جہانیاں نہ خداست — چرا مجاری احوال برخلاف ہواست ؟
بلی خداست بہر نیک و بد نماں کش خلق — ازیں سبب ہمہ تدبیرہای خلق خطاست (ء ۱۲۴)
فریدونِ فرخ فرشتہ نبود — ز مشک و ز عنبر سرشتہ نبود
بہ داد و دہش یافت آں نیکوئی — تو داد و دہش کن ، فریدون توئی (ء ۱۲۰)
من از جہلی کردم ، چنان سزید از من — تو خود کریمی آن کن کہ از کریم سزد (ء ۱۱۴)
تا بود چنین بُداست کارِ عالم — راحت پسِ اندہ است و شادی پسِ غم (ء ۱۰۹)
من سیر نمی شوم بلب تر کردن — الا کہ مرا در افگنی در جوبت (ء ۱۰۱)

عام امثال

رومی کے ہاں عام بیانات ہیں اور خاص بھی ۔ ’جدائی‘ اور ’عشق‘ کے موضوعات ان کے ہاں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ شمس تبریزی (م ۶۴۵) کے سہ سالہ وصال (۶۴۲ - ۶۴۵ھ) کے بعد ’جدائی‘ ان کے لیے بے حد شاق رہی۔ اب وہ شمس تبریزی کی ملاقات کے ہی نہیں، بلکہ ہر دوست اور ارادت مند کی ملاقات کے طالب تھے۔ وہ خلوت کی اہمیت کے قائل تھے۔ ان کا کافی وقت اوراد و وظائف، عبادت و مناجات اور کسبِ معاش کی خاطر فتویٰ نویسی میں گزرتا تھا، مگر باقی وقت وہ جلوت میں گزارتے اور لوگوں کے مسائل سے آگاہ ہوتے تھے۔ ان ۱۴۵ مکتوبات میں بہت کم

---

۵ دی + نہ = گزشتہ کل کا

خط ایسے ملیں گے جن میں رومی نے مکتوب الیہ/ الیہا سے ملاقات کی شدید آرزو ظاہر کی ہو۔ اس آرزو میں ان کا مافی الضمیر عیاں ہے۔ گو وہ ہر مخاطب کی جدائی سے نالاں ہیں، مگر تارِ دل کی مضراب شمس تبریزی کی ذات ہی ہے۔ ایک دو خطوط کے اقتباسات دیکھیں:

"... راہِ دین کے دوستوں کی جدائی بہت شاق گزرتی ہے۔ یارانِ دینِ حق کی جدائی میں آہ و فغاں کرنا خدا کی تسبیح کرنے، قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور سنتِ انبیا کی پیروی کرنے کے مترادف ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام پر ایسی مصیبتیں آئیں کہ ہر دل انھیں ماننے کی تاب کبھی نہیں لا سکتا مگر آٹھ سال کے دورِ ابتلا میں وہ کسی وقت بھی شکرِ خدا ادا کرنے سے فارغ نہ ہوئے۔ لیکن یارانِ دین کے فراق پر انھیں بھی فریاد کرنا پڑی۔ ان کے اہل و عیال، ان کے ہمدم و دمساز اور یارانِ دین تھے۔ ان کی جدائی پر حضرت ایوب نے فرمایا: انّی مسّنی الضّر۔ ۲۱:۸۳۔ (بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے)۔ مگر یارانِ دین کی قدر کو مردِ دین ہی جانتا ہے ..." (مکتوب اول)

"... دعا ہے کہ تشنۂ دیدار آنکھیں امیر عزیز کے دیدار سے جلد سیر ہوں۔ قبولیتِ دعا اسی کو سزاوار ہے۔ انہ علی کل شیءٍ قدیر۔ (۳۹ : ۴۲)۔ نفحاتِ ربانی میں جو کمی ہے، وہ نہ نصیب رہا لیکن اس عزیز کے شایانِ شان نفحات ہمیں خدا میسّر فرمائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "تمھارے زمانے کے ایام میں نفحاتِ ربانی ہوتی ہیں"۔ محققین صوفیا نے ان سے برادرانِ دین مراد لیے ہیں۔ یہ وہ برادرانِ دین ہیں جو علم و عمل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے اور عطائے خداوندی کے خلعت کے حامل ہیں۔ ان کی صحبت واقعاً غنیمت ہے:

بر مدار از مقام مستی پی　　　سر ہمانجا نِہ کہ خوردی مَی　(مکتوب ۳)

بعض خطوط (مثلاً نمبر ۴) جدائی و وصال کے بیان پر ہی مشتمل ہیں اور ان میں آیاتِ قرآن مجید، احادیث اور عربی و فارسی اشعار کا غیر معمولی استناد بھی ہے۔ "عشق" بھی رومی کا ایک خاص مضمون ہے اور اس کا بیان بھی متنوع ہے، مثلاً:

"... جوہرِ عشق کے صفا سے صفا کائنات میں عام ہوتا ہے۔ اس کائنات کی ان گنت شئون میں سے ہر شان عشق سے مایہ گیر ہے۔ عشق ہر کہیں ہے اور ہر کوئی کسی نہ کسی چیز کا عاشق ہے۔ لیکن عاشق کا شرف و عظمت اس کے مقصود و معشوق کے شرف و عظمت کے ساتھ وابستہ

ہے۔ جس قدر معشوق و مقصود رفیع اور پُر عظمت ہو، عاشق کے عشق کا دقار اسی قدر بلند ہوگا اور وہ معزز اور پُر شرف قرار پائے گا۔

ضروب الناس عشاق ضروباً   فاکرمھم اشقھم حبیباً ... (مکتوب اوّل)

عشق کا یہ بیان رومی کے ہزارہا اشعار میں بھی جلوہ فگن ہے۔ مثنوی میں ہے:

عشق را صد ناز و استکبار ہست   عشق با صد ناز میآید بدست

دور گردون راز موج عشق دان   گر نبودی عشق بفسردی جہان

ذرہ ذرہ عاشقان آن جمال   می شتابد در علو ہمچو نہال

با محمدؐ بود عشق پاک جفت   بہر عشق او را خدا لولاک گفت

عشق ز اوصاف خدای بی نیاز   عاشقی بر غیر او باشد مجاز

متفرق نمونوں کی ایک جھلک

نبوت: "... راستہ جس قدر پُر خطر ہو، اسی قدر جمعیت اور ہمراہیوں کی زیادہ تعداد کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً حج پر جانے کے لیے صحرا و بادیہ کے خوفناک راستے سے گزرنا پڑتا ہے اور اسی لیے بڑے کارواں اور امیرِ حج کی ہمراہی ضروری ہے تاکہ عازمینِ حج سلامتی اور نظم و نسق سے بہرہ مند رہیں۔ جب خانۂ خدا تک جانے کے لیے قافلے اور ہمراہیوں نیز امیرِ حج کی ضرورت ہے، اور وہاں کے راستے میں اس قدر مشکلات اور بادیہ و صحرا ہیں، تو دوسرا کون سا سفر اور کام ہے جس میں احباب اور ہمراہیوں کی ضرورت نہ پڑے گی؟ اسی لیے جو پیامبر بھی آیا، اس نے مخلوق کو پیغامِ حق دیا اور اپنے ہم خیال اور ہم عقیدہ لوگوں کی ایک جماعت پیدا کر کے اپنے کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا: یاایھا المدثر قم فانذر (مدثر ۲) آپؐ نے اسی فرمان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قلعے فتح کیے، غزوے اور جہاد کیے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو حصار بنائے رکھا۔ انھیں فتح ارضی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ وسعتِ افلاک، وسعتِ زمین سے بہت زیادہ ہے۔ آپؐ کو کبھی یہ اور کبھی وہ وسعتیں پیش کی گئیں مگر آپؐ ماسوی اللہ سے بے نیاز تھے۔ ما زاغ البصر و ما طغیٰ (۱۷ : ۵۳) کے مصداق کو سلطنتِ کونینؐ سے کیا واسطہ تھا؟ جس کی نگاہ پاک ذاتِ لایزال کا جمال دیکھ کر کما کان رہے، اسے طمع و آز سے کیا سروکار؟ ..." (مکتوب ۳۰)

دُعا:"... وہ لمبی بات وہ کرتا ہے جو مختصراً اپنا مطلب بیان نہ کر سکے مگر زمین و افلاک میں نہ سمانے والا مدّعا کوئی مختصراً کیسے بیان کرے اور طویلاً کیسے؟ حدیث قدسی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ 'میں افلاک میں سماتا ہوں نہ زمین میں'۔ پھر بھی ذاتِ مطلق کے بارے میں کچھ کہہ کر دل کو طمانیت ملتی ہے۔ مشہور ہے کہ کسی نے ایک بار ایک عجیب اور بڑے درخت کے برگ و ثمر دیکھے اور ششدر رہ گیا۔ لوگوں سے اس درخت کی ہویت پوچھتا رہا مگر کوئی نہ بتا سکا کہ یہ کیا درخت ہے اور اس کے ثمر کی کیا اہمیت ہے۔ بولا: درخت اور اس کے پھل کی کیفیت معلوم نہ ہو سکی مگر اس کے گھنے اور خوبصورت پتے دیکھ کر دل باغ باغ ہوتا اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ آؤ اس کے سائے سے تو استفادہ کریں اور دل کا سرور حاصل کریں۔ ان باتوں کو کہاں تک کہوں اور لکھوں۔ دعا پر اکتفا کروں مگر دعا کی بھی انتہا نہیں ہے کیونکہ دعا، رحمت طلب کرنا ہے اور رحمتیں رنگا رنگ اور دل ربا ہیں۔ دعا کے ذریعے دل نئی نئی رحمتوں کی طلب کرتا ہے۔ پس دعا اور دعا گو دونوں بے قرار رہتے ہیں کہ 'وان الی ربك المنتهی' (۴۲ : ۵۳) ..." (مکتوب ۱۳۷)

راہزنانِ دین:"... اللہ تعالیٰ امیر پروانہ کو راہزنانِ دین، اور شر و وسواس پھیلانے والے انسی اور جنی شیاطین سے محفوظ رکھے اور اسے راہِ راست پر چلنے کی توفیق ارزانی رکھے۔ خدایا، یہ راہزنانِ دین امیر کو اپنے ایسا بدخیال، فسردہ دل اور بے ضمیر بنا دینے میں کبھی کامیاب نہ ہوں۔ راہبری اور رہنمائی کا دعویٰ کرنے والے ان غارت گرانِ ایمان کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیأکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ، (۹ : ۳۴)

اندرین آستان پر تلبیس نان بہ 'لاحول' می خورد ابلیس

اندرین رہ ہزار ابلیس آدم روئی ہست تا ہر آدم روی را زنہار کادم بشمری ..." (مکتوب ۳۰)

تلاشِ مردانِ حق:"... ایک حدیثِ قدسی کے بموجب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں اور میرے علاوہ انھیں کوئی نہیں جانتا۔ مردانِ حق کی تلاش مشکل کام ہے چنانچہ ساٹھ ہزار سال کا ایک عابد (عزازیل، ابلیس) جوہر آدم نہ جان سکا اور ایک بلند بانگ دعوے کرنے والا زاہد بلعم باعور حضرت موسیٰؑ کے مقام و مرتبہ کو نہ جان سکا... مگر امیر الامرا اولیاء اللہ کی تلاش اور بندگانِ خدا کی خدمت کو غنیمت جانے۔ حدیثِ رسولؐ کی رو سے، جو اللہ کا ہو، اللہ اس

کا ہوجاتا ہے، اور اللہ کا ہونا، اللہ کے بندوں کے کام کرنے کا نام ہے۔ مبادا عقبیٰ کی گھاٹیوں کو آپ کو مشکلات پیش آئیں جھوٹوں سے بھری ہوئی اس چند روزہ دنیا میں حکام اور امرا کو اقتدار سنبھالے رکھنے کے لیے اہم امور سے واسطہ رہتا ہے مگر طالبانِ خدا اور عالمانِ دین کی تلاش بھی اہم ترین کاموں میں سے ہے جب مخلص اور بے غرض طالبانِ حق اور علمائے ربانی کا تعارف پیش کر دیں تو بحمد اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عذر نہ سنا جائے گا کہ مردانِ حق کی تلاش نہ ہو سکی اور وہ چھپے رہے اور غیر معروف تھے ... (مکتوب ۲۰۲) خط میں شیخ حسام الدین چلپی (م ۶۸۳ھ) اور ان کے مرید نظام الدین کا تعارف ہے اور ان کی مدد کی التماس۔

استدراک

مکتوباتِ رومی کی چند دیگر خصوصیات یہاں لکھ دینا مناسب نظر آتا ہے:

۱۔ ان خطوط میں رومی نے سلاطین و امرا، اعیان و علما، قضاۃ اور مخیر لوگوں سے سفارش کی ہے کہ منگولوں کے فتنے کے ہاتھوں ستم رسیدہ مخلوق کی مدد کریں۔ اس مد میں نقد رقم، روزگار کی فراہمی، شادی و نکاح کا اہتمام، یتیموں اور کمزوروں کی جائداد، تجارتی سہولتیں، ٹیکس کی معافی اور بعض سزائیں معاف کرنا وغیرہ شامل ہے۔ بعض خطوط سے پتا چلتا ہے کہ ارادت مند لوگ رومی کو تحائف بھیجا کرتے تھے مگر انھوں نے اپنے لیے نہ کسی چیز کی فرمائش کی، نہ کسی سے کوئی مدد طلب کی۔

۲۔ ان مکتوبات میں مکتوب الیہم کی خاص مبالغہ آمیز تعریفیں ہیں، مگر سخن حق کہنے میں رومی نے دو ٹوک انداز اختیار کیا اور ہر کسی کو کھری کھری باتیں سنا دی ہیں۔ خطوط میں مخاطبین کی تعریف کے ساتھ ساتھ حاملینِ خط کی بھی تعریف ہے۔ رومی نے مریدین کا ضروری حسب و نسب، علم و فضل، سیرت و کردار، ذوق و مزاج متعارف کروایا، اور اس کے بعد ان کی مدد کی سفارش کی ہے۔

۳۔ مخاطبین کے علاوہ عام معاصرین کی بھی رومی نے وسعتِ ظرف کے ساتھ خوب تعریف کی ہے۔ جہاں وہ بادشاہوں کو سلیمان حشم (یعنی حضرت سلیمانؑ کے سے جاہ و جلال والا) کہتے ہیں، وہاں وہ صوفیا، خصوصاً شیخ حسام الدین چلپی کو امینِ قلوب، امام ہدیٰ، بایزیدِ زمان اور جنیدِ عصر قسم کے خطابات و القابات سے یاد کرتے ہیں۔

۴۔ یہ مکتوبات، اور مجالسِ سبعہ (جس کا تعارف کسی دوسری فرصت میں ہوگا) رومی کی دیگر سہ گانہ تصانیف، مثنوی، دیوانِ کبیر (دیوانِ شمس تبریزی) اور فیہ ما فیہ کو سمجھنے میں بے حد معاون ہیں۔ یہ موضوع پھر کبھی واضح کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔